ڈاکٹر عرفان شہزاد

قانونِ اتمامِ حجت اور اس کے اطلاقات
نمایاں اعتراضات کا جائزہ

(۲)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

نبی اور رسول میں فرق

قانون اتمام حجت کے تناظر میں نبی اور رسول کے فرق کو سمجھنا ضروری ہے۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اصطلاحی طور پر نبی اور رسول اصلاً دو الگ مناصب ہیں، اس پر نص درج ذیل آیت ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلۡقَى الشَّيۡطٰنُ فِىۡۤ اُمۡنِيَّتِهٖ فَيَنۡسَخُ اللّٰهُ مَا يُلۡقِى الشَّيۡطٰنُ ثُمَّ يُحۡكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ. (الحج ۲۲:۵۲)

''ہم نے، (اے پیغمبر)، تم سے پہلے جو رسول اور جو نبی بھی بھیجا ہے، اُس کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا کہ اُس نے جب بھی کوئی تمنا کی، شیطان اُس کی تمنا میں خلل انداز ہو گیا ہے۔ پھر شیطان کی اِس خلل اندازی کو اللہ مٹا دیتا ہے، پھر اللہ اپنی آیتوں کو قرار بخشتا ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے۔''

صاحب ''کشاف'' اس بارے میں لکھتے ہیں:

مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ، دليل بين على تغاير الرسول والنبي. وعن النبي صلى الله عليه وسلم أنه سئل عن الأنبياء فقال: ''مائة ألف وأربعة وعشرون ألفا''، قيل: فكم الرسول منهم؟ قال: ''ثلاثمائة وثلاثة عشر جمًّا غفيرًا''. (۱۶۴/۳)

''مِنْ نَبِيٍّ وَّلَا رَّسُوْلٍ، نبی اور رسول کے مختلف ہونے کی واضح دلیل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ سے انبیا کی تعداد کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ پھر پوچھا گیا: ان میں رسول کتنے تھے؟ آپ نے فرمایا: تین سو تیرہ۔''

امام رازی نے بھی یہی بیان کیا ہے:

هَذِهِ الْآيَةُ دَالَّةٌ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ عَطَفَ النَّبِيَّ عَلَى الرَّسُوْلِ، وَذٰلِكَ يُوْجِبُ الْمُغَايَرَةَ وَهُوَ مِنْ بَابِ عَطْفِ الْعَامِّ عَلَى الْخَاصِّ. وَقَالَ فِيْ مَوْضِعٍ آخَرَ: 'وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ' (الزخرف:۶) وَ ذٰلِكَ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ كَانَ نَبِيًّا، فَجَعَلَهُ اللّٰهُ مُرْسَلًا وَهُوَ يَدُلُّ عَلى قولنا. (مفاتیح الغیب ۲۳۶/۳)

''یہ آیت دلیل ہے اس پر (کہ نبی اور رسول میں فرق ہے)، اس لیے کہ نبی کا عطف رسول پر ہے، اس سے دونوں میں فرق لازم آتا ہے۔ اور یہ عام کو خاص پر عطف کرنا ہے۔ اللہ نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ 'وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ' (الزخرف:۶) اور یہ اس پر دلیل ہے کہ وہ نبی تھے اور پھر اللہ نے انھیں رسول بنا کر بھیجا، اور یہی دلیل ہے ہمارے قول کی۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اس فرق کو بیان کرتے ہوئے صاحب ''کشاف'' نے دو آرا پیش کی ہیں: ایک یہ نبی عام ہے اور رسول خاص، مولانا مودودی نے بھی سورۂ مریم کے حاشیہ ۳۰ میں تسلیم کیا ہے کہ نبی اور رسول میں اصطلاحی طور پر فرق ہے اور یہ بھی کہ رسول خاص ہے اور نبی عام[۲] لیکن اس کی انھوں نے کوئی تعیین نہیں کی۔ صاحب ''کشاف'' اس عام و خاص کا تعین کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول، صاحب کتاب و شریعت ہوتا ہے اور نبی کسی رسول کی کتاب اور شریعت کا متبع ہوتا ہے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ مسیح رسول تھے، لیکن وہ شریعتِ موسوی کے متبع تھے۔ وہ تورات اور انجیل، دونوں کے حامل تھے:

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ. (آل عمران ۳:۴۸)

''اور اللہ اُسے (یعنی مسیح کو) قانون اور حکمت سکھائے گا، یعنی تورات وانجیل کی تعلیم دے گا۔''

---

[۲] مولانا مودودی، تفہیم القرآن ۷۲/۳۔

انجیل میں مسیح کا واضح ارشاد موجود ہے کہ وہ تورات کو منسوخ کرنے نہیں، بلکہ اس کی تکمیل کرنے آئے تھے:

’’یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔‘‘ (متی ۵: ۱۷)

اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابراہیم کی پیروی کا حکم دیا گیا:

ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ. (النحل ۱۶: ۱۲۳)

’’پھر (یہی وجہ ہے کہ) ہم نے تمھاری طرف وحی کی کہ اسی ابراہیم کے طریقے کی پیروی کرو، جو بالکل یک سو تھا اور مشرکوں میں سے نہیں تھا۔‘‘

اس لیے اس راے کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

’’تفسیر کبیر‘‘ میں امام رازی نے درج ذیل راے کو ترجیح دی ہے:

أَنَّ مَنْ جاءَهُ الْمَلَكُ ظَاهِرًا وَأَمَرَهُ بِدَعْوَةِ الْخَلْقِ فَهُوَ الرَّسُوْلُ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ كَذٰلِكَ بَلْ رَاٰى فِي النَّوْمِ كَوْنَهُ رسولًا، أو أخبره أحد من الرسال بِأَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰه، فَهُوَ النَّبِيُّ الَّذِي لَا يَكُوْنُ رَسُوْلًا وَهٰذَا هُوَ الْأَوْلٰى. (مفاتیح الغیب ۲۳/ ۲۳۶)

’’رسول وہ ہے جس کے پاس ظاہری طور پر فرشتہ آئے اور اسے لوگوں کو دین کی دعوت دینے کا کہے۔ لیکن جس کے ساتھ ایسا نہ ہو، بلکہ وہ خواب میں دیکھے کہ وہ رسول ہے یا کوئی خدا کا رسول اسے خبر دے کہ وہ رسول ہے تو وہ نبی ہے، وہ رسول نہیں ہو جاتا۔ اور یہی راے بہتر ہے۔‘‘

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

تاہم، ان بیان کردہ امتیازات کے لیے کوئی نص یا دلیل انھوں نے پیش نہیں کی۔

مکتب فراہی نے نبی اور رسول کی حیثیت متعین کرنے کی جو سعی کی ہے اور اس بارے میں قرآن مجید سے جو دلائل پیش کیے ہیں، وہ قرآن فہمی کی عمدہ مثال اور اہل علم کی توجہ کے متقاضی ہیں۔ ملاحظہ کیجیے:

لفظ کبھی اپنے لفظی معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی اصطلاحی معنی میں۔ قرآن مجید میں بھی نبی اور رسول کے الفاظ کبھی لفظی معنی کے اعتبار سے استعمال ہوئے ہیں (یعنی جن کو خبر دی گئی، یعنی جن پر وحی نازل ہوئی) اور کبھی اصطلاحی معنی میں (یعنی بھیجا ہوا)۔ مثلاً درج ذیل آیت میں تمام پیغمبروں کو لفظی معنی کے لحاظ سے انبیا کہا گیا ہے:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيۡنَ وَمُنۡذِرِيۡنَ وَ اَنۡزَلَ مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ فِيۡمَا

’’لوگ ایک ہی امت تھے۔ (اُن میں اختلاف پیدا ہوا) تو اللہ نے نبی بھیجے، بشارت دیتے اور انذار کرتے ہوئے اور اُن کے ساتھ قول فیصل کی صورت میں اپنی

اخْتَلَفُوْا فِیْہِ. (البقرہ۲:۲۱۳)

کتاب نازل کی تاکہ لوگوں کے درمیان وہ اُن کے اختلافات کا فیصلہ کر دے۔‘‘

جب کہ ایک دوسری آیت میں تمام پیغمبروں کو رسول کہا گیا ہے:

وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً بَعِیْدًا. (النساء۴:۱۳۶)

’’اور (جان رکھو کہ) جو اللہ اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے رسولوں اور قیامت کے دن (اُس کے حضور میں پیشی) کے منکر ہوں، وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں۔‘‘

اسی معنی میں یہ لفظ فرشتوں کے لیے بھی استعمال ہوا ہے:

وَیُرْسِلُ عَلَیْکُمْ حَفَظَۃً حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْہُ رُسُلُنَا وَھُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ. (الانعام۶:۶۱)

’’وہ اپنے بندوں پر پوری طرح حاوی ہے اور تم پر (اپنے) نگران مقرر رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ہی اُس کی روح قبض کرتے ہیں اور (اس کام میں) کبھی کوتاہی نہیں کرتے۔‘‘

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

تاہم، قرآن مجید میں ہم دیکھتے ہیں کہ جن پیغمبروں کی دعوت و انذار کے نتیجے میں اسی دنیا میں حجت تمام ہونے اور اس کے نتیجے میں اسی دنیا میں جزا و سزا ملنے کا ذکر آتا ہے، وہاں قرآن مجید میں اہتمام کے ساتھ ’رسول‘ کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اس لفظ کو اصطلاحی معنی دینا چاہتا ہے۔ اس اہتمام کی مثالیں قرآن میں جگہ جگہ دیکھی جا سکتی ہیں۔ مثلاً سورۂ اعراف میں نمایاں طور پر اس کا اہتمام ہوا ہے۔ مزید یہ کہ ایسے ہی بیان کے موقع پر ’نبی‘ کا لفظ اگر استعمال ہوا بھی ہے تو اس کے ساتھ ’اَرْسَلَ‘ کا فعل استعمال کرنے کا التزام ہوا ہے جو اسے رسول کے معنی میں متعین کر دیتا ہے، مثلاً درج ذیل آیت دیکھیے:

وَکَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِیٍّ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَمَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ فَاَھْلَکْنَآ اَشَدَّ مِنْھُمْ بَطْشًا وَّمَضٰی مَثَلُ الْاَوَّلِیْنَ. (الزخرف۴۳:۶-۸)

’’ہم نے اگلوں میں بھی کتنے ہی نبی رسول بنا کر بھیجے۔ تاہم جو نبی بھی اُن کے پاس آتا، وہ اُس کا مذاق ہی اڑاتے تھے۔ پھر ہم نے اُن کو کہ (تمھارے) اِن (منکروں) سے کہیں زیادہ زور والے تھے، ہلاک کر ڈالا اور اگلوں کی مثالیں گزر چکی ہیں۔‘‘

اس آیت میں 'اَرۡسَلَ' کا ترجمہ صرف 'بھیجا' کرنے کے بجائے 'رسول بنا کر بھیجا' کیا گیا ہے۔ فعل کا یہ استعمال لغت میں موجود ہے۔ اس استعمال کی ایک مثال سورۂ نحل کی درج ذیل آیت میں بھی دیکھی جا سکتی ہے جس میں آدمیوں کو رسول بنا کر بھیجنے کا مفہوم واضح ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡٓ اِلَيۡهِمۡ. (النحل ۱۶: ۴۳)

''تم سے پہلے بھی ہم نے آدمیوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا۔''

امام رازی کا قول اوپر گزر چکا کہ وہ بھی 'اَرۡسَلَ' کے فعل کے اس استعمال کو ذکر کرتے ہیں:

وَقَالَ فِي مَوۡضِعِ آخَرَ: 'وَكَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ نَّبِيٍّ فِی الۡاَوَّلِيۡنَ' (الزخرف: ۶)، وَ ذٰلِكَ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهُ كَانَ نَبِيًّا، فَجَعَلَهُ اللّٰهُ مُرۡسَلًا. (مفاتیح الغیب ۳/ ۲۳۶)

''اللہ نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ 'وَكَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ نَّبِيٍّ فِی الۡاَوَّلِيۡنَ' (الزخرف: ۶) اور یہ اس پر دلیل ہے کہ وہ نبی تھے اور پھر اللہ نے انھیں رسول بنا کر بھیجا۔''

اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں جہاں نبی کے ساتھ 'اَرۡسَلَ' کا فعل آیا ہے، وہاں بھی نبی سے مراد رسول ہی ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ جن پیغمبروں کے دعوت کے نتیجے میں وہ تمام مراحل پیش نہیں آئے جو رسولوں کی دعوت کے نتیجے میں سامنے آئے، وہ نبی تھے۔ اگر ان کے لیے 'رسول' کا لفظ آیا بھی ہے تو وہ لفظی معنی میں آیا ہے۔ اس کا قرینہ یہ ہے کہ وہاں انذار، اتمام حجت، اور دنیوی عذاب کا ذکر نہیں آتا۔ مثلاً یوسف علیہ السلام کو رسول کہا گیا، لیکن انذار، حجت اور دنیوی عذاب کا کوئی ذکر نہیں آیا:

وَلَقَدۡ جَآءَكُمۡ يُوۡسُفُ مِنۡ قَبۡلُ بِالۡبَيِّنٰتِ فَمَا زِلۡتُمۡ فِيۡ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمۡ بِهٖ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلۡتُمۡ لَنۡ يَّبۡعَثَ اللّٰهُ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ رَسُوۡلًا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنۡ هُوَ مُسۡرِفٌ مُّرۡتَابُ. (المؤمن ۴۰: ۳۴)

''اس سے پہلے یوسف بھی تمھارے پاس (اسی طرح) نہایت واضح دلائل کے ساتھ آئے تھے تو جو باتیں وہ تمھارے پاس لے کر آئے تھے، اُن کی طرف سے تم شک ہی میں پڑے رہے، یہاں تک کہ جب اُن کی وفات ہو گئی تو تم نے کہہ دیا کہ (یہ بھی رسول نہیں تھے اور) اللہ ان کے بعد بھی (ہماری طرف) ہرگز کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔ اللہ اسی طرح اُن لوگوں کو گمراہ کرتا ہے جو حد سے بڑھے ہوئے اور شک میں

پڑے ہوتے ہیں۔''

ایک اعتراض

یہاں ایک اشکال پیش کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں اسمٰعیل علیہ السلام کو نبی کے علاوہ رسول بھی کہا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی کے علاوہ رسول بھی تھے، لیکن ان کے ساتھ کسی انذار، اتمام حجت اور دنیوی عذاب کا ذکر نہیں:

وَاذۡكُرۡ فِي الۡكِتٰبِ اِسۡمٰعِيۡلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الۡوَعۡدِ وَكَانَ رَسُوۡلًا نَّبِيًّا. (مریم ۱۹: ۵۴)

''اور اِس کتاب میں اسمٰعیل کا ذکر کرو۔ وہ وعدے کا سچا اور رسول نبی تھا۔''

معلوم ہونا چاہیے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی سرگذشت کا تفصیلی تذکرہ قرآن مجید میں نہیں کیا گیا، جیسا کہ ابراہیم کی دعوت کے بھی تمام مراحل کا ذکر نہیں کیا گیا، حالاں کہ قرآن بیان کرتا ہے کہ دیگر رسولوں کی طرح ابراہیم کے انذار کے بعد، ان کی منکر قوم پر بھی جزا و سزا کا آخری مرحلہ، یعنی دنیوی عذاب آیا تھا، اس لحاظ سے ابراہیم بھی رسول تھے:

اَلَمۡ يَاۡتِهِمۡ نَبَاُ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوۡدَ وَقَوۡمِ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاَصۡحٰبِ مَدۡيَنَ وَالۡمُؤۡتَفِكٰتِ اَتَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظۡلِمَهُمۡ وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ. (التوبہ ۹: ۷۰)

''کیا انھیں اُن لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے گزرے ـــــ نوح کی قوم، عاد و ثمود، ابراہیم کی قوم، مدین والوں اور اُن بستیوں کی خبر جنھیں الٹ دیا گیا۔ اُن کے رسول اُن کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے۔ سو ایسا نہ تھا کہ اللہ اُن پر ظلم کرتا، بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

لیکن ابراہیم کی قوم پر عذاب کی تفصیل بیان نہیں ہوئی۔ دراصل، قرآن تاریخ بیان کرنے کی کتاب نہیں، اس کا مقصد، انذار و تذکیر ہے۔ اس نے عربوں کے لیے ان اقوام کی سرگذشت کو چنا، جن کی تاریخ اور مقاماتِ رہایش سے وہ واقف تھے، اپنے اسفار کے دوران ان کے کھنڈرات اور آثار ان کے مشاہدے میں آتے رہتے تھے۔ جب کہ ابراہیم کی قوم پر آنے والے عذاب کے آثار مفقود ہو چکے تھے۔ نیز، جن واقعات میں قریش کے حالات کے لحاظ سے تذکیر کے پہلو زیادہ نمایاں تھے، ان کو اختیار کیا گیا۔ اسمٰعیل علیہ السلام کے قصے کی نوعیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کی طرف سے پیش آنے والے معاملات سے مختلف تھی، آپ کی قوم مخالفت اور مقابلے پر کھڑی ہو گئی تھی، اس لیے ان کو ان اقوام کے قصے تفصیل سے سنائے گئے جو اپنے انکار کی وجہ سے عذاب کا شکار ہوئے۔ جب کہ اسمٰعیل کے معاملے میں یہ ہوا ان کی قوم، یعنی اس وقت کے عرب لوگ بلا حیل و حجت ان کی دعوت قبول کر کے

ایمان لے آئے تھے، اس لیے ان کے قصے میں قریش کے کفار کے لیے زیادہ عبرت کا سامان نہیں تھا۔

اسمٰعیل علیہ السلام کی مخاطب قوم کے بلاحیل وحجت ایمان لانے کی ایک وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی دعوت اور ان کے اتمام حجت کا شہرہ، فلسطین سے لے کر عرب اور سارے مشرقِ وسطیٰ میں پھیلا ہوا تھا۔ چنانچہ جیسے ہی ان کے فرزند، اسمٰعیل کی طرف سے دین کی دعوت ان کے سامنے آئی، انھوں نے قبول کر لی۔ نیز، اسمٰعیل ہی کی بدولت، زم زم کے چشمے کی وجہ سے اس بے آب وگیاہ صحرا میں سامان زندگی پیدا ہو گیا تھا، یہ بھی ایک وجہ ہو سکتی ہے کہ عربوں کو اس معجزہ اور اس نعمت کی وجہ سے ایمان لانے کی مزید ترغیب ملی ہو۔ بہرحال وہ بلاحیل وحجت ایمان لے آئے اور سزا اور عذاب کے مراحل پیش نہیں آئے۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمٰعیل ساری زندگی اپنی قوم کے تزکیہ اور تطہیر میں مصروف رہے:

وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا. (مریم ۱۹: ۵۵)

''وہ اپنے لوگوں کو نماز اور زکوٰۃ کی تلقین کرتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک ایک پسندیدہ انسان تھا۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.org

یہاں ایک اعتراض یہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ سورۂ یونس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یونس کے علاوہ کسی اور قوم نے ایمان قبول نہیں کیا:

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ. (۱۰: ۹۸)

''سو ایسا کیوں نہ ہوا کہ قوم یونس کے سوا کوئی اور بستی بھی ایمان لاتی، پھر اُس کا ایمان اُسے نفع دیتا۔ جب اُس بستی کے لوگ ایمان لے آئے تو ہم نے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب اُن سے ٹال دیا تھا اور ایک مدت کے لیے اُن کو رہنے بسنے کا موقع دیا تھا۔''

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسمٰعیل علیہ السلام کی قوم نے ایمان قبول کر لیا تھا تو اس آیت میں ان کا ذکر بھی آنا چاہیے تھا کہ وہ قوم یونس کے علاوہ قوم اسمٰعیل بھی ایمان لائے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آیت یہ نہیں بتا رہی کہ قوم یونس کے علاوہ کوئی قوم بھی ایمان نہیں لائی، بلکہ آیت یہ بیان کر رہی ہے کہ کوئی قوم بھی ایسی نہ تھی جو اتمام حجت کے اس مرحلے پر ایمان لائی ہو، جب عذاب کا کوڑا ان کے سر پر منڈلانے ہی والا تھا۔ یعنی جس مرحلے پر اُس وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم پہنچ گئی تھی۔ مذکورہ آیت میں کفارِ مکہ کی تنبیہ کے لیے یہ بتایا جا رہا ہے کہ اس مقام سے سوائے قوم یونس کے کوئی قوم واپس نہیں آئی تو کیا تم بھی

اس حد تک جانا چاہتے ہو، جس کے بعد تباہی یقینی ہو جاتی ہے۔

یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ قوم یونس کے مشاہدۂ عذاب کے بعد، آیا ہوا عذاب واپس کیسے پلٹ گیا، یہ خدا کے اس ضابطے کے خلاف ہے:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا. (النساء ۴:۱۸)	”اُن لوگوں کے لیے کوئی توبہ نہیں ہے جو گناہ کیے چلے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آ جاتا ہے، اُس وقت وہ کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کر لی ہے۔ (اِسی طرح) اُن کے لیے بھی توبہ نہیں ہے جو مرتے دم تک منکر ہی رہیں۔ یہی تو ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔“

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

فرعون کا ایمان لانا اسی لیے قبول نہیں کیا گیا تھا:

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. (یونس ۱۰:۹۰)	”بنی اسرائیل کو، (اِس کے بعد) ہم نے سمندر پار کرایا تو فرعون اور اُس کے لشکروں نے سرکشی اور شرارت کی راہ سے اُن کا پیچھا کیا۔ یہاں تک کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو بول اٹھا: میں نے مان لیا کہ اُس کے سوا کوئی الٰہ نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں بھی سر اطاعت جھکا دینے والوں میں سے ہوں۔“

اس پر عرض ہے کہ تفسیری روایات میں جس اسلوب میں یونس کی قوم پر عذاب کا آنا بیان کیا گیا ہے، اس سے یہ غلط تاثر پیدا ہوتا ہے کہ ان کی قوم نے عذاب کے آثار دیکھ کر ایمان قبول کیا تھا۔ قرآن مجید کا بیان ہے کہ قوم یونس پہلے ایمان لائی اور پھر آنے والا عذاب ٹلا، نہ کہ عذاب آ چکا تھا اور پھر وہ ایمان لائی تو ٹلا۔ یعنی عذاب ابھی آیا ہی نہیں تھا۔ قرآن کے الفاظ دیکھیے:

لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا. (یونس ۱۰:۹۸)	”جب اُس بستی کے لوگ ایمان لے آئے تو ہم نے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب اُن سے ٹال دیا تھا۔“

بائیبل کا بیان بھی اس کی تصدیق کرتا ہے کہ یونس نے اپنی قوم کو ۴۰ روز کے بعد عذاب آنے کی وعید سنائی تھی،

جس پر ان کی قوم نے آہ وزاری کی اور ایمان قبول کر لیا:

''اور یوناہ شہر میں داخل ہوا اور ایک دن کی راہ چلا۔ اس نے منادی کی اور کہا کہ چالیس روز کے بعد نینوا برباد کیا جائے گا۔ تب نینوا کے باشندوں نے خدا پر ایمان لا کر روزہ کی منادی کی اور ادنیٰ اور اعلیٰ سب نے ٹاٹ اوڑھا۔''

(یوناہ ۳: ۴-۶)

اس لیے درست اسلوب وہی ہے جو قرآن اور بائیبل میں بیان ہوا ہے کہ عذاب کی دھمکی ملنے کے بعد جب وہ ایمان لے آئے تو آنے والا عذاب پلٹ گیا، نہ کہ آیا ہوا عذاب پلٹا۔

چونکہ اسمٰعیل علیہ السلام کی قوم کے ایمان لانے کا معاملہ اس طرح پیش نہیں آیا جیسا یونس کی قوم کے ساتھ پیش آیا، اس لیے ان کا ذکر اس آیت میں نہیں آیا۔

ایک اشتباہ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

بعض حضرات کو سورۂ نساء کی آیات ۱۶۳ تا ۱۶۵ سے اشتباہ ہوا ہے، جس میں، بقول ان کے، تمام پیغمبروں کو پہلے انبیا اور پھر رسول کہا گیا ہے اور اتمام حجت کا ضابطہ بھی ساتھ ہی بیان ہوا ہے، اس بنا پر 'رسول' کے بارے میں قرآنِ مجید میں رسول کا وہ خصوصی استعمال کا بیان کردہ اصول درست نہیں، نیز اسی بنا پر وہ آیت ۱۶۵ میں مذکور اتمامِ حجت سے دنیوی نہیں، بلکہ آخرت میں حجت کا تمام ہونا مراد لیتے ہیں۔ آیات ملاحظہ کیجیے:

اِنَّآ اَوۡحَیۡنَآ اِلَیۡکَ کَمَآ اَوۡحَیۡنَآ اِلٰی نُوۡحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ وَاَوۡحَیۡنَآ اِلٰٓی اِبۡرٰہِیۡمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَعِیۡسٰی وَاَیُّوۡبَ وَیُوۡنُسَ وَہٰرُوۡنَ وَسُلَیۡمٰنَ وَاٰتَیۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا وَرُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰہُمۡ عَلَیۡکَ مِنۡ قَبۡلُ وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡہُمۡ عَلَیۡکَ وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوۡسٰی تَکۡلِیۡمًا رُسُلًا مُّبَشِّرِیۡنَ وَمُنۡذِرِیۡنَ لِئَلَّا یَکُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌۢ بَعۡدَ الرُّسُلِ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا.

(النساء ۴: ۱۶۳-۱۶۵)

''اے محمد، ہم نے تمھاری طرف اُسی طرح وحی بھیجی ہے، جس طرح نوح اور اس کے بعد کے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی ہم نے ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب اور اولاد یعقوب، عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان کی طرف وحی بھیجی ہم نے داوٗد کو زبور دی۔ ہم نے اُن رسولوں پر بھی وحی نازل کی جن کا ذکر ہم اِس سے پہلے تم سے کر چکے ہیں اور اُن رسولوں پر بھی جن کا ذکر تم سے نہیں کیا ہم نے موسیٰ سے اِس طرح گفتگو کی جس طرح گفتگو کی جاتی ہے۔ یہ سارے رسول خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تھے تاکہ

اُن کو مبعوث کر دینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے
مقابلہ میں کوئی حجت نہ رہے اور اللہ بہر حال غالب
رہنے والا اور حکیم و دانا ہے۔''

ان آیات پر اگر تدبر کی نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ تو درست ہے کہ آیت ۱۶۳ میں مذکور انبیا میں سے کچھ اصطلاحی انبیا ہیں اور کچھ اصطلاحی رسول ہیں، اور یہاں دونوں کو نبی کہا گیا ہے، لیکن یہ لفظی معنی کے اعتبار سے ہے۔ آگے دیکھیے کہ آیت ۱۶۴ میں رسولوں کا ذکر الگ سے لایا گیا ہے، جس کے بعد ہی اتمامِ حجت کا ذکر آتا ہے۔ رسولوں کا ذکر الگ ہونے کا قرینہ 'و' عاطفہ ہے، جو مغایرت کے لیے استعمال ہوا ہے۔ یہ 'و' انبیا کے عموم سے رسولوں کے خصوص کی طرف واضح اشارہ کر رہا ہے۔ اس 'و' کا عطف 'اَوۡحَیۡنَا' پر ہے، یعنی مراد یہ ہے کہ یہ وحی ہم نے تمام پیغمبروں پر کی اور یہی وحی ہم نے رسولوں پر بھی کی۔ اس سے رسولوں کی الگ حیثیت متعین ہو رہی ہے۔ اگر آیت ۱۶۴ میں 'رُسُلًا' سے مراد گذشتہ آیت ۱۶۳ میں مذکور انبیا ہی ہوتے تو حرف 'و' لانے کی ضرورت نہیں تھی، جیسا کہ اس سے اگلی آیت ۱۶۵ میں 'رُسُلًا' دوبارہ لایا گیا تو حرف 'و' نہیں لایا گیا، کیونکہ یہ 'رُسُلًا'، گذشتہ آیت ۱۶۴ میں مذکور رسولوں ہی کو بیان کر رہا ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اب جب کہ یہ طے ہو جاتا ہے، رسولوں سے یہاں اصطلاحی رسول مراد ہیں تو آیت ۱۶۵ میں 'لِئَلَّا یَکُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌۢ بَعۡدَ الرُّسُلِ' (تاکہ لوگوں کے لیے اِن رسولوں کے بعد اللہ کے سامنے کوئی عذر پیش کرنے کے لیے باقی نہ رہے) میں مذکور اتمامِ حجت سے رسولوں کا اپنی اقوام پر دنیوی اتمامِ حجت مراد لینے سے کوئی چیز مانع نہیں رہی۔ تاہم، اس سے آخرت کا اتمامِ حجت بھی مراد لینے سے معنی میں کوئی تضاد پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ آخرت میں بھی ان پر حجت اسی بنا پر تمام ہوگی کہ ان پر اس دنیا میں حجت تمام ہوئی تھی۔

عذاب صرف بڑے شہروں میں آئے

رسولوں کی یہ بعثت اور یہ دنیوی عذاب اپنے وقت کے بڑے شہروں، جیسے دارالحکومتوں وغیرہ میں آتے تھے۔ ہر ہر شہر میں یہ واقعہ پیش نہیں آیا۔ اس پر دلیل یہ آیت ہے:

وَمَا کَانَ رَبُّکَ مُہۡلِکَ الۡقُرٰی حَتّٰی یَبۡعَثَ فِیۡۤ اُمِّہَا رَسُوۡلًا یَّتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِنَا وَمَا کُنَّا

''حقیقت یہ ہے کہ تیرا پروردگار اِن بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں تھا، جب تک اِن کے مرکز میں کسی

مُهۡلِکِی الۡقُرٰٓی اِلَّا وَاَهۡلُهَا ظٰلِمُوۡنَ. (القصص ۲۸: ۵۹)

رسول کو نہ بھیج لے جو ہماری آیتیں اُنھیں پڑھ کر سنا دے۔ اِس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم بستیوں کو اُسی وقت ہلاک کرتے ہیں، جب اُن کے لوگ اپنے اوپر ظلم ڈھانے والے بن جاتے ہیں۔''

چنانچہ قرآن مجید میں جہاں ایسے مواقع بیان میں 'قریہ' کا لفظ بھی آیا ہے تو اس سے مراد بڑی بستی یا بڑا شہر ہی ہے، کیونکہ 'قریہ' کا لفظ بڑے شہروں کے لیے مستعمل ہے۔

حتمی دنیوی عذاب سے پہلے چھوٹے تنبیہی عذاب آتے ہیں

حتمی دنیوی عذاب جسے قرآن نے عذابِ اکبر بھی کہا ہے، سے پہلے رسول کی مخاطب قوم پر چھوٹے تنبیہی عذاب آتے ہیں:

وَلَنُذِيۡقَنَّهُمۡ مِّنَ الۡعَذَابِ الۡاَدۡنٰی دُوۡنَ الۡعَذَابِ الۡاَکۡبَرِ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ. (السجدہ ۳۲: ۲۱)

''اِس بڑے عذاب سے پہلے ہم کسی قریب کے عذاب کا مزہ بھی اُن کو ضرور چکھائیں گے تاکہ وہ رجوع کریں۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

فرعون اور اس کی قوم پر غرق ہونے کے حتمی عذاب سے پہلے متعدد چھوٹے چھوٹے عذاب آئے:

فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمُ الطُّوۡفَانَ وَالۡجَرَادَ وَالۡقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسۡتَکۡبَرُوۡا وَکَانُوۡا قَوۡمًا مُّجۡرِمِيۡنَ. (الاعراف ۷: ۱۳۳)

''سو ہم نے اُن پر طوفان بھیجا، ٹڈیاں، جوئیں اور مینڈک چھوڑ دیے اور خون برسایا۔ یہ سب نشانیاں تھیں، (بنی اسرائیل کے صحیفوں میں) جن کی تفصیل کر دی گئی ہے۔ مگر وہ تکبر کرتے رہے اور (حقیقت یہ ہے کہ) وہ مجرم لوگ تھے۔''

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم پر بھی اسی طرح کئی چھوٹے تنبیہی عذاب آئے، مثلاً:

وَلَا يَزَالُ الَّذِيۡنَ کَفَرُوۡا تُصِيۡبُهُمۡ بِمَا صَنَعُوۡا قَارِعَةٌ اَوۡ تَحُلُّ قَرِيۡبًا مِّنۡ دَارِهِمۡ حَتّٰی يَاۡتِیَ وَعۡدُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ. (الرعد ۱۳: ۳۱)

''(تم دیکھتے رہو)، اِن منکروں پر برابر کوئی نہ کوئی آفت اِن کے اعمال کی پاداش میں آتی رہے گی یا اِن کی بستی کے قریب کہیں نازل ہوتی رہے گی، یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آن پورا ہو۔ یقیناً اللہ اپنے وعدے کی

خلاف ورزی نہ کرے گا۔''

اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّھُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَّرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَلَا ھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ. (التوبہ ۹:۱۲۶)

''کیا وہ نہیں دیکھتے کہ سال میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ وہ آزمایش میں ڈالے جاتے ہیں، پھر بھی نہ توبہ کرتے ہیں، نہ یاددہانی حاصل کرتے ہیں۔''

جزا و سزا

ہر رسول اپنی دعوت کے نتیجے میں درج ذیل مراحل سے گزرا:

انذار

پہلے مرحلے میں رسول اپنے قریبی لوگوں، قوم کے سرداروں اور رشتہ داروں کو مخاطب بناتا ہے۔ جاوید احمد غامدی صاحب اپنی کتاب ''میزان'' میں لکھتے ہیں:

''یہ اِس دعوت کا پہلا مرحلہ ہے۔ ''انذار'' کے معنی کسی برے نتیجے سے لوگوں کو خبردار کرنے کے ہیں۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول اپنی قوم کو ہمیشہ دو عذابوں سے خبردار کرتے رہے ہیں: ایک وہ جس سے اُن کے منکرین قیامت میں دوچار ہوں گے اور دوسرا وہ جو اُن کی دعوت کے مقابلے میں سرکشی اختیار کرنے والوں پر اِسی دنیا میں نازل ہوگا۔ وہ اپنی قوم کو بتاتے ہیں کہ وہ زمین پر ایک قیامت صغریٰ برپا کر دینے کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔ خدا کی حجت جب اُن کی دعوت سے پوری ہو جائے گی تو اُن کی قوم کو اپنی سرکشی کا نتیجہ لازماً اِسی دنیا میں دیکھنا ہوگا۔ قرآن کے چھٹے باب میں سورۂ قمر اِس انذار کی بہترین مثال ہے۔ اُس میں رسولوں سے متعلق اپنی سنت کا حوالہ دے کر اللہ تعالیٰ نے بڑی تہدید کے اسلوب میں فرمایا ہے: 'اَکُفَّارُکُمْ خَیْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِکُمْ اَمْ لَکُمْ بَرَآءَۃٌ فِی الزُّبُرِ' (۵۴:۴۳) (کیا تمھارے یہ منکر اُن سے کچھ بہتر ہیں یا اِن کے لیے صحیفوں میں کوئی معافی لکھی ہوئی ہے)؟ ... اِس انذار کو چونکہ اِس دنیا میں لازماً ایک حتمی نتیجے تک پہنچنا ہوتا ہے، اِس لیے اِس میں اصلاً اُنھی لوگوں کو مخاطب کیا جاتا ہے جو کسی نہ کسی پہلو سے اپنی قوم میں اثر و رسوخ رکھتے ہوں۔'' (۵۳۴)

انذارِ عام

اس مرحلے میں رسول، دین و ایمان کی دعوت علی الاعلان پوری قوم کو دیتا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ

''اے اوڑھ لپیٹ کر بیٹھنے والے، اٹھو اور انذار عام

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ. (المدثر ۷۴: ۱-۷)

کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور اپنے پروردگار ہی کی بڑائی بیان کرو اور اپنے دامن دل کو پاک رکھو اور شرک کی اِس غلاظت سے دور رہو اور دیکھو اپنی سعی کو زیادہ خیال کر کے منقطع نہ کر بیٹھو اور اپنے پروردگار کے فیصلے کے انتظار میں ثابت قدم رہو۔''

اتمامِ حجت

اس مرحلے پر دعوت اپنے تمام دلائل و براہین کے ساتھ مکمل ہو جاتی ہے اور مخاطبین کے پاس انکار کا کوئی عذر باقی نہیں رہ جاتا ہے۔ غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ تیسرا مرحلہ ہے۔ اِس تک پہنچنے میں حقائق اِس قدر واضح ہو جاتے ہیں کہ مخاطبین کے پاس کوئی عذر پیش کرنے کے لیے باقی نہیں رہ جاتا۔ یہی چیز ہے جسے اصطلاح میں اتمام حجت سے تعبیر کیا جاتا ہے، یعنی جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے، وہ اس طرح مبرہن ہو جائے کہ ضد، ہٹ دھرمی اور عناد کے سوا کوئی چیز بھی آدمی کو اُس کے انکار پر آمادہ نہ کر سکے۔ اِس میں ظاہر ہے کہ خدا کی دینونت کے ساتھ اسلوب، استدلال، کلام اور پیغمبر کی ذات وصفات اور علم وعمل، ہر چیز موثر ہوتی ہے، یہاں تک کہ معاملہ کھلے آسمان پر چمکتے ہوئے سورج کی طرح روشن ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اِس موقع پر پیغمبر اپنے مخاطبین کا انجام بھی بڑی حد تک واضح کر دیتا ہے اور دعوت میں بھی بالکل آخری تنبیہ کا لب ولہجہ اختیار کر لیتا ہے۔ قرآن مجید کی سورۂ فیل اور سورۂ قریش میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے اِسی مرحلۂ اتمام حجت کے اختتام پر نازل ہوئی ہیں، یہ دونوں چیزیں بہت نمایاں ہیں۔ ارشاد فرمایا ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ؟ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ؟ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ؟ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ، فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ. (۱۰۵: ۱-۵)

''تو نے دیکھا نہیں کہ تیرے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ اُن کی چال کیا اُس نے اکارت نہیں کر دی؟ اور اُن پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے مسلط نہیں کر دیے؟ (اِس طرح کہ) تو پکی ہوئی مٹی کے پتھر اُنھیں مار رہا تھا اور اُس نے اُنھیں کھایا ہوا بھوسا بنا دیا۔'' (میزان ۵۳۸)

ہجرت و براءت

اس موقع پر رسول کو خدا کی طرف سے حکم دیا جاتا ہے کہ اپنی منکر قوم کو چھوڑ کر مومنین کے ساتھ اس بستی سے نکل

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

جائے۔ غامدی صاحب لکھتے ہیں:

’’یہ چوتھا مرحلہ ہے۔ اللہ کے پیغمبر جب تبلیغ کا حق بالکل آخری درجے میں ادا کر دیتے ہیں اور حجت تمام ہو جاتی ہے تو یہ مرحلہ آ جاتا ہے۔ اِس میں قوم کے سرداروں کی فرد قرارداد جرم بھی پوری وضاحت کے ساتھ اُنھیں سنا دی جاتی ہے اور یہ بات بھی بتا دی جاتی ہے کہ اُن کا پیمانۂ عمر لبریز ہو چکا۔ لہٰذا اب اُن کی جڑیں اِس زمین سے لازماً کٹ جائیں گی۔ اِس کے ساتھ پیغمبر کو بھی بشارت دی جاتی ہے کہ نصرت خداوندی کے ظہور کا وقت آ پہنچا۔ وہ اور اُس کے ساتھی اب نجات پائیں گے اور جس سرزمین میں وہ کمزور اور بے بس تھے، وہاں اُنھیں سرفرازی حاصل ہو جائے گی۔ اِس لیے اپنی قوم کی تکفیر اور اُس کے عقیدہ و مذہب سے بے زاری کا اعلان کر کے وہ اب اُسے چھوڑنے کے لیے تیار ہو جائیں۔‘‘ (میزان ۵۳۹)

سورۃ الکافرون اسی مرحلے کا بیان ہے:

’’قُلْ: یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ، لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ، وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ، وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ، وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ. لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ. (الکافرون ۱۰۹: ۱-۶)

’’تم اعلان کرو، (اے پیغمبر) کہ اے کافرو، میں اُن چیزوں کی عبادت نہ کروں گا جن کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم کبھی (تنہا) اُس کی عبادت کرو گے جس کی عبادت میں کرتا ہوں اور نہ اِس سے پہلے کبھی میں اُن چیزوں کی عبادت کے لیے تیار ہوا جن کی عبادت تم نے کی اور نہ تم (تنہا) اُس کی عبادت کے لیے کبھی تیار ہوئے جس کی عبادت میں کرتا رہا ہوں۔ (اِس لیے اب) تمھارے لیے تمھارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین۔‘‘‘ (میزان ۵۴۰)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جزا و سزا

’جزا و سزا‘ کے آخری مرحلے کے بارے میں غامدی صاحب لکھتے ہیں:

’’یہ آخری مرحلہ ہے۔ اِس میں آسمان کی عدالت زمین پر قائم ہوتی ہے، خدا کی دینونت کا ظہور ہوتا ہے اور پیغمبر کی قوم کے لیے ایک قیامت صغریٰ برپا ہو جاتی ہے۔ پیغمبروں کے انذار کی جو تاریخ قرآن میں بیان ہوئی ہے، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس موقع پر بالعموم دو ہی صورتیں پیش آتی ہیں: ایک یہ کہ پیغمبر کے ساتھی بھی تعداد میں بہت کم ہوتے ہیں اور اُسے کوئی دارالہجرت بھی میسر نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ وہ معتد بہ تعداد میں اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلتا ہے اور اُس کے نکلنے سے پہلے ہی کسی سرزمین میں اللہ تعالیٰ اُس کے لیے آزادی اور تمکن کے ساتھ رہنے بسنے کا سامان کر دیتے ہیں۔ اِن دونوں ہی صورتوں میں رسولوں سے متعلق خدا کی وہ سنت لازماً روبہ عمل ہو جاتی ہے جو

قرآن میں اِس طرح بیان ہوئی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ، اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ. كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ، اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ. (المجادلہ۵۸: ۲۰-۲۱)

''بے شک، وہ لوگ جو اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کر رہے ہیں، وہی ذلیل ہوں گے۔ اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ میں غالب رہوں گا اور میرے رسول بھی۔ بے شک، اللہ قوی ہے، بڑا زبردست ہے۔'' (میزان ۵۴۱)

چونکہ قانون اتمام حجت پر ہونے والے اعتراضات اور اشکالات کا محل 'جزا و سزا' کا آخری مرحلہ ہے، اس لیے ہم باقی مراحل کی تفصیل میں نہیں جائیں گے۔ ان کی تفصیل، غامدی صاحب کی کتاب ''میزان''، ان کے دیگر مضامین اور خطبات سے معلوم کی جا سکتی ہے۔

[باقی]

''...روزہ انسان کو صبر کی تربیت دیتا ہے۔ بلکہ صبر کی تربیت کے لیے اِس سے بہتر اور اِس سے زیادہ موثر کوئی دوسرا طریقہ شاید نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں ہم جس امتحان سے دوچار ہیں، اُس کی حقیقت اِس کے سوا کیا ہے کہ ایک طرف ہمارے حیوانی وجود کی منہ زور خواہشیں ہیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا یہ مطالبہ ہے کہ ہم اُس کے حدود میں رہ کر زندگی بسر کریں؟ یہ چیز قدم قدم پر صبر کا تقاضا کرتی ہے۔ سچائی، دیانت، تحمل، بردباری، عہد کی پابندی، عدل وانصاف، عفو و درگذر، منکرات سے گریز، فواحش سے اجتناب اور حق پر استقامت کے اوصاف نہ ہوں تو تقویٰ کے کوئی معنی نہیں ہیں، اور صبر کے بغیر یہ اوصاف، ظاہر ہے کہ آدمی میں کسی طرح پیدا نہیں ہو سکتے۔''

(میزان، جاوید احمد غامدی ۳۶۰)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"